پرچہ II : (انشائیہ طرز)	دہم 2017ء	اردو (لازمی)
کل نمبر: 60	(پہلا گروپ)	وقت: 2.10 گھنٹے

(حصہ اوّل)

سوال :2- درج ذیل نظم وغزل کے اشعار کی مختصر تشریح کیجیے (تین اشعار حصہ نظم سے اور دو اشعار حصہ غزل سے): (10)

(حصہ نظم)

(i) گرمی کا روزِ جنگ کی، کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

(ii) اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!

(iii) سب محنت کش گلے ملے اور اُبھرا اک پیغام
اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام

(iv) مجھے بیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ
یہ دیکھنا ہے کہ بیٹھے ہیں آپ کس کروٹ

(حصہ غزل)

(v) یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا
جہاں بادِ صرصر صبا ہو گئی ہے

(vi) مِل کے بھی جو کبھی نہیں مِلتا
ٹوٹ کر دل، اُسی سے مِلتا ہے

(vii) سر میں سودا بھی نہیں، دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

(حصہ نظم)

جواب : (i) تشریح:

اس شعر میں کربلا کی جنگ کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے۔ میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کربلا ملکِ عرب کا ریگستان تھا' جس کے بارے ہر کوئی جانتا ہے کہ وہاں حد سے زیادہ گرمی ہوتی ہے اور مزید یہ کہ وہ جنگ کا دن تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کی وجہ سے گرمی کی شدت اور بڑھ جاتی ہے' لہٰذا اُس میدانِ جنگ کی شدت ناقابلِ بیان ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں گرمی کی اُس شدت کو بیان کرسکوں۔ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ میری زبان گرمی کی شدت اور اس کی صحیح کیفیت بیان کرتے ہوئے شمع کی طرح جلنے نہ لگے۔

(ii) تشریح:

علامہ اقبالؒ اس شعر میں ایک عرب لڑکی سے مخاطب ہیں جس نے 1912ء کی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہادت پائی۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے فاطمہ! تمھاری قربانی نے ہمارے اندر اُمید کا دیا روشن کر دیا ہے' ہمیں خوش آئند مستقبل کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ ہم تو مایوس ہو چکے تھے تُو نے ہمیں ایک نئی زندگی کی راہ دکھائی ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے اس ریگستان میں بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ ہرن اصل میں نخلستان میں رہتے ہیں' صحرا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہاں علامہ اقبالؒ کی مراد یہ ہے کہ ابھی ہمارے پاس جذبۂ عمل رکھنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ آسمان پر بادل گھرے ہوئے ہوں تو اس میں بجلی لہریں لیتی ہے لیکن جب موسلا دھار بارش ہو جائے اور بادل چھٹ جائیں تو بجلی نہیں چمکتی۔

لیکن علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان عروج حاصل کر کے اپنا اقتدار کھو بیٹھے ہیں' ان کا بادل برس چکا ہے' مگر اب بھی اس برسے ہوئے بادلوں میں بہت سی بجلیاں چھپی ہوئی ہیں' جو گم کردہ مسافر کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ بتقاضائے بشریت ہمیں فاطمہ کی موت کا دکھ ہے' مگر خوشی اس بات کی ہے کہ اس نے قوم کی آبرو بچالی اور دلوں کو ایک ولولۂ تازہ دیا۔

(iii) تشریح:

یہ شعر جمیل الدین عالی کے ملی نغمے سے لیا گیا ہے۔ اس پوری نظم میں شاعر پاکستان کے لیے دعا گو ہیں۔ وہ دعا کرتے ہیں کہ پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ محنت کشوں کا دیس

ہے اور ہر طرف یہی پیغام ہے کہ تمام دیس ہمارا ہے۔ ہم اس کے لیے جان بھی قربان کر دیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیس ہمیں لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد عطا کیا ہے لہٰذا یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم ودائم رکھے۔ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ سب بھائی بھائی ہیں۔ ملک کے کسی گوشے میں کسی نسل کے بھی انسان ہوں وہ سب آپس میں محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں۔

(iv) تشریح:

شاعر دلاور فگار اِس شعر میں دلہن کو دولہے کے نام سے ایک پیغام پہنچا رہے ہیں کہ جلد از جلد مجھے اپنی تصاویر ارسال کر دیں کیونکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی صورتِ حال کیا ہے۔ شاعر یہ جاننا چاہتا ہے کہ شادی کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جانے سے آپ کی صورتِ حال کیا ہو گئی ہے۔ ادائیگی اور فرائض کی فکر نے کس رُخ اثر ڈالا ہے۔

(حصہ غزل)

(v) تشریح:

یہ شعر مولانا حسرت موہانی کی غزل سے لیا گیا ہے۔ مولانا اردو غزل کے ایسے شاعروں میں شامل ہیں جنھوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف سیاست میں حصہ لینے کی وجہ سے انھیں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں لیکن قید کے دوران بھی شاعری کا شغل جاری رہا۔ مندرجہ بالا شعر میں مولانا کہتے ہیں کہ اگر منزل اچھی اور مرضی کے مطابق ہو تو راستے کی مشکلات کی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ یہ مشکلات تو محسوس ہی نہیں ہوتیں۔ اگر دل میں لگن شوق اور منزل پر پہنچنے کا جذبہ ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح محبوب کے در تک جانے والا راستا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ حقیقی شعر ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملوں اور اس ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ میری یہ فانی زندگی ختم ہو جائے۔ ایک نہ ایک دن تو میری زندگی کے دن پورے ہو ہی جانے ہیں۔ دنیا میں میری زندگی کے دن مصیبتوں اور تکلیفوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن یہ چند روزہ دنیاوی تکلیفیں ہیں جو ختم ہو جانے والی ہیں۔ میرے ذہن میں ایک اچھی اور مستقل منزل کا تصور ہے۔ یہ دنیا کی غیر مستقل تکالیف مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتیں بلکہ میں تو ان تکالیف سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ مجھے تیز آندھی یعنی دنیا کی تکالیف بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی محسوس ہوتی ہیں

یعنی میرے لیے راحت کا باعث بنتی ہیں۔

(vi) تشریح:

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کی لاپروائی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرا محبوب میرے قریب ہوتے ہوئے بھی قریب نہیں ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں' مگر وہ میرا ساتھ نہیں دیتا۔ اس کی لاپروائی اور بے وفائی سے میرا دل ٹوٹ جاتا ہے' مگر میں اس سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ میرا دل پھر بھی اسی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسی کی قربت کا سکون حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(vii) تشریح:

اس شعر میں شاعر فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ اب میرے سر پر عشق کا جنون نہیں ہے۔ اب مجھے اپنے محبوب سے ملنے کی کوئی تمنا نہیں ہے' لیکن میری اس بات پر کوئی بھروسا اور اعتماد نہیں ہے کہ میں واقعی اپنی اس بات پر قائم رہوں گا۔ اصل میں شاعر مایوسی اور اُمید کی درمیانی کیفیت میں گرفتار ہے۔ وہ کہنا چاہتا ہے کہ اب میں اپنے محبوب کی محبت میں گرفتار نہیں ہوں' لیکن ایسا کرنا بھی میرے لیے مشکل ہے کہ میں اس کی محبت کو اپنے دل سے بالکل نکال دوں۔

(حصہ دوم)

سوال :3- درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان' مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے: (5,5)

(الف) اُس کی کارسازی کے قربان' صدقے مشکل کشا کے' عقل نے ایسا کام دیا اور پہلے ہی جوڑے میں واہ وا ہوگئی۔ شہزادی کا چہرہ بھی خوشی کے مارے پھول کی طرح کھل گیا۔ اب کیا تھا میرے ہاتھ پاؤں میں گھوڑے لگ گئے۔ دنوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کہانی بہت لمبی ہے' کہاں تک کہوں جس کام کی آدمی دُھن باندھ لے' وہ ہو ہی جاتا ہے۔ آخر سارے جوڑے سل بھی گئے اور ٹِک بھی گئے۔ کتنے دن لگے؟ یہ کون کہہ سکتا ہے۔

(ب) اگلے وقتوں کی بات ہے کسی گاؤں میں ایک چغل خور رہتا تھا۔ دوسروں کی چغلی کھانا اور ایک کی بات دوسرے سے کرنا اس کی عادت تھی اور لاکھ کوشش کے باوجود وہ اپنی عادت کو نہ

چھوڑ سکا تھا۔ اس نے بارہا اس بات کا ارادہ کیا کہ اب کسی سے کسی کی چغلی نہیں کھائے گا' ایک کی بات دوسرے سے نہیں کہے گا' لیکن ہر بار وہ اپنے اس ارادے میں ناکام ہو جاتا۔ دراصل وہ اپنی عادت سے مجبور تھا اور اسی عادت کی وجہ سے اُسے اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونے پڑے تھے۔

جواب: (الف) سبق کا عنوان: پرستان کی شہزادی

مصنف کا نام: اشرف صبوحی

مشکل الفاظ کے معانی:

کارسازی: کام بنانا — مشکل کشا: مشکل کو حل کرنے والا' مراد اللہ تعالیٰ

واہ وا: تحسین کا کلمہ — دھن باندھ لے: شوق پیدا ہو جائے

تشریح:

سیدانی بی کو پرستان کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کے جہیز کے جوڑے ٹانکنے کے لیے پرستان بلوایا تھا۔ مندرجہ بالا عبارت سیدانی بی کے ادا کردہ الفاظ ہیں۔ جس میں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سب کے کام بنانے والا ہے۔ اس کی کاریگری کے صدقے اور قربان جایئے کہ وہ سب کی مشکلات حل کرنے والا ہے۔ شہزادی کے جہیز کے لیے جو کپڑے لائے گئے تھے وہ ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے کرم سے میری عقل اور ذہانت نے بہت ساتھ دیا۔ جب میں نے پرستان کی شہزادی کے جہیز کے لیے ایک جوڑا تیار کر لیا تو ہر طرف سے داد و تحسین کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ جب مجھے اپنی محبت کی حوصلہ افزائی ملی تو میرے کام میں ایک دم تیزی آنے لگی۔ میں نے جلدی جلدی کام نمٹانے شروع کر دیے۔ اس طرح دنوں میں ہونے والا کام گھنٹوں میں مکمل ہونے لگا۔ کہانی تو بہت لمبی ہے' لیکن مختصر یہ کہ جس کام کی لگن انسان کے دل میں سما جائے اور اللہ کی مدد شامل حال ہو تو وہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے۔ مسلسل محنت کرتے رہنے سے کامیابی نصیب ہو ہی جاتی ہے۔ میری مسلسل محنت بھی رنگ لائی اور شہزادی کے سارے جوڑے سل گئے۔

(ب) سبق کا عنوان: چغل خور

معنف کا نام: شفیع عقیل

مشکل الفاظ کے معنی:

چغل خور: غیبت کرنے والا　　　　بارہا: کئی بار

دراصل: حقیقت میں

ہاتھ دھونا پڑے: (ملازمت سے) نکال دیا گیا یا فارغ کر دیا گیا

تشریح:

اس عبارت میں مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک ایسا شخص رہتا تھا جسے چغلی کھانے یعنی غیبت کرنے کی عادت تھی۔ وہ ایک شخص سے دوسرے کی برائی کرتا اور لوگوں میں دشمنی کا بیج بوتا تھا۔ یہ اس کا محبوب مشغلہ تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا کرتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنی اس عادت سے پیچھا چھڑائے، مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس بُرائی سے چھٹکارا پانے کی ایک ہی صورت تھی کہ اس میں احساس نام کی کوئی چیز ہوتی اور ضمیر کی خلش موجود ہوتی۔ اس نے بار بار اپنے آپ سے یہ وعدہ کیا کہ وہ کسی کی چغلی نہیں کھائے گا لیکن وہ اپنے آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے میں ناکام رہا۔ وہ اپنی اس عادت سے مجبور تھا۔ محض زبان کا چسکا پورا کرنے کی وجہ سے اس کو اس کی ملازمت سے نکال دیا گیا۔

سوال 4: درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (10)

(i) عید الفطر پر نظموں میں، شعرا نے کیا باریکیاں پیدا کی ہیں؟

جواب: شعرا حضرات عید کے موضوع میں نئی نئی باریکیاں پیدا کر کے اسے ادبی خوشی کے ملے جلے جذبات تک لے گئے ہیں۔

(ii) محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب: محمد تحسین کی گفتگو کا محور صرف اور صرف اپنی بیوی بچوں کی بیماری ہوتا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ میں کتنی ہی کوشش کروں، مگر وہ اس مضمون سے باہر نہیں نکلتے۔

(iii) شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

جواب : شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک بار یہاں بھی آئے تھے۔ یہاں پر ایک مسلمان تحصیل دار تھے، جو ڈاکٹر صاحب کے پکے مرید تھے۔

(iv) مرزا غالب نے کتابوں پر کیا رائے دی ہے؟

جواب : انھوں نے کہا ہے کہ کتابوں کا کاغذ اچھا، لمبائی چوڑائی عمدہ، چھپائی میں استعمال ہونے والی سیاہی بہتر، چھپائی دل خوش کن ہے۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا ہے۔

(v) حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب : حمد میں بتایا گیا ہے کہ نباتات، جمادات، حیوانات اور ہمارے باپ دادا سب اُسی خالق کی مخلوق ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

(vi) مرزا محمد سعید کس لیے لکھتے تھے؟

جواب : مرزا محمد سعید ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر لکھتے تھے۔ گویا وہ ذاتی تسکین کے لیے لکھتے تھے۔ فرمائشی کام انھوں نے ساری عمر نہیں کیے۔

(vii) سڑک پر چلنے والی کن سواریوں کا حلیہ بگڑتا ہے؟

جواب : سڑک پر چلنے والی سواریوں میں سے ریڑھے اور جیپوں کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سائیکل بھی صحیح سلامت نہیں رہتی۔ وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

(viii) شاعر کو کسی کی یاد کتنے عرصے سے نہیں آئی؟

جواب : شاعر کو اپنے محبوب کی یاد کافی عرصے سے نہیں آئی۔

سوال :5- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے: **(5)**

(i) نظریۂ پاکستان (ii) علی بخش

جواب :

(i) نظریۂ پاکستان

مسلمان ہمیشہ سے ہی کفر و شرک کے سامنے ڈٹے رہے ہیں۔ اکبر بادشاہ کی بے جا رواداری نے ہندوؤں کو ملک میں کافرانہ طریقے رائج کرنے کا موقع فراہم کیا اور مسلمانوں کی دینی آزادی ختم ہو گئی۔ ایسے میں دین کو بچانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال

کے بعد انگریزوں نے اپنے قدم جمائے اور ملک میں انتشار پھیل گیا۔ اسلام کی سربلندی کے لیے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے انگریزوں کا مقابلہ کیا' لیکن انھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے بیٹوں نے مسلمانوں کو معاشرتی برائیوں سے دُور کرنے کی تحریک شروع کی۔ ان کے پوتے شاہ اسماعیل نے 1831ء میں اسی کوشش میں شہادت پائی۔ مسلمانوں نے 1857ء میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کی' لیکن انگریزوں کے سامنے ان کا بس نہ چلا۔ ایسے میں سرسید احمد خان نے انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا۔ ہندوؤں نے 1885ء میں کانگریس کی بنیاد ڈالی' جو حقیقتاً صرف اور صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت تھی۔ نواب وقار الملک نے 1906ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ان تمام حالات کے پیشِ نظر علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں پاکستان بنانے کی تجویز پیش کی۔ اور آخر کار 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان کی رُو سے مسلمانوں کی آزاد مملکت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں جبکہ مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے' جو ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی۔ نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ نظریۂ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج کے لیے ایک مثالی مملکت کا نمونہ بنانا ہے۔ قائداعظمؒ کی پُرخلوص قیادت میں 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

(ii) علی بخش

ایک روز لاہور میں خواجہ عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ علامہ اقبالؒ کے ملازم علی بخش کو حکومت نے لائل پور میں ایک مربع زمین عطا کی ہے' مگر اس پر کچھ لوگ قابض ہیں۔ مصنف نے علی بخش کی مدد کرنے کی حامی بھر لی اور اسے اپنے ساتھ جھنگ لے گیا۔ راستے میں علی بخش علامہ اقبالؒ کے بارے میں کچھ بتانے لگا۔ میں ایک جگہ پان خریدنے کے لیے رکا تو علی بخش نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو پان پسند نہیں تھا۔ جب میں نے ڈاکٹر صاحب کی شاعری کے بارے میں پوچھا تو اس نے صرف یہ بتایا کہ میں اَن پڑھ ہوں' ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا۔ مجھے صرف ایک نظم یاد ہے۔

ڈاکٹر صاحب عام طور پر مجھے اپنے کمرے کے نزدیک سلایا کرتے تھے۔ رات کو دبے پاؤں اُٹھتے اور نماز پڑھتے تھے۔ رات کو سوتے وقت انھیں ایک جھٹکا سا لگتا تو میں اُٹھ کر ان کی گردن کی رگوں کو دباتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب بڑے درویش آدمی تھے۔ گھر کے خرچ کا حساب کتاب میرے پاس رہتا تھا۔ میں اپنی جائز ضروریات پر بھی زیادہ خرچ نہ کرتا' جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب ناراض ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے بڑے بڑے سرکاری افسر میری بہت عزت کرتے تھے۔

مجھے جاوید سے بہت لگاؤ ہے۔ جب جاوید چھوٹا تھا' ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا۔ جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ اور منیرہ بی بی چھوٹے تھے۔ نرس کے لیے اشتہار دیا تو ایک بی بی نے ڈاکٹر صاحب سے شادی کرنے کے لیے خط بھی لکھ بھیجا۔ ڈاکٹر صاحب بہت پریشان ہوئے۔ پھر انھوں نے ایک جرمن لیڈی کو بطور نرس رکھ لیا۔

جھنگ پہنچ کر میں نے علی بخش کو ایک نہایت قابل اور فرض شناس مجسٹریٹ کپتان مہابت خان کے سپرد کیا۔ مہابت خاں نے عقیدت سے علی بخش کو سینے سے لگایا اور اعلان کیا کہ وہ علی بخش کو اپنے ساتھ لائل پور (فیصل آباد) لے جائے گا اور قبضہ دلا کر ہی واپس لوٹے گا۔

سوال :6- درج عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے: **(15)**

(i) علامہ محمد اقبالؒ **(ii)** محنت کی برکتیں **(iii)** مدرسے کا کتب خانہ

جواب :

(i) علامہ محمد اقبالؒ

ابتدائی زندگی:

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد علامہ اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد کشمیری برہمن تھے' جو سترہویں صدی عیسوی میں مسلمان ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ وہ بڑے پرہیزگار' عبادت گزار اور درویش صفت انسان تھے۔ ان کی والدہ بڑی نیک اور رحم دل خاتون تھیں۔

ابتدائی تعلیم:

ان کی تعلیم کا آغاز قدیم طرز کے مدرسے سے ہوا۔ ابتدائی دینی تعلیم سے فارغ ہو کر انھوں نے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ سکول میں ان کی قسمت کے ستارے کو عروج اس وقت ملا جب انھیں مولوی میر حسن جیسے قابل استاد ملے۔

علامہ اقبالؒ نے ایف اے مرے کالج سیالکوٹ سے پاس کیا۔ بی اے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور پھر وہیں سے ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ پروفیسر آرنلڈ جیسے مہربان اور شفیق استاد نے ان کے فلسفیانہ شعور کو تازگی بخشی۔

بیرونِ ملک تعلیم:

1905ء میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن تشریف لے گئے۔ انگلستان سے انھوں نے بیرسٹری کی ڈگری لی اور میونخ یونیورسٹی جرمنی سے پی ایچ ڈی کر کے 1908ء میں وطن واپس آ گئے۔

یورپ سے واپسی:

یورپ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علامہ اقبالؒ کچھ عرصہ کے لیے گورنمنٹ کالج میں فریضۂ تدریس علم بھی سرانجام دیتے رہے' لیکن پھر تدریسی زندگی کو ترک کر کے وکالت شروع کر دی۔ 1934ء تک وکالت کا سلسلہ چلتا رہا۔ 1922ء میں انھیں برطانوی حکومت کی جانب سے ''سر'' کا خطاب ملا۔ اپنی شاعری کے ذریعے وہ ''شاعرِ مشرق'' کا خطاب پا چکے تھے۔ ہندوستان کے مسلمان انھیں فکری رہنما کا درجہ دیتے تھے۔

خطبۂ الٰہ آباد:

1930ء میں انھوں نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں تاریخی خطبہ پیش کیا۔ جس میں انھوں نے ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ اسی بنا پر انھیں مفکرِ پاکستان کہا جاتا ہے۔

مفکرِ پاکستان:

علامہ محمد اقبالؒ نے سب سے پہلے پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔ انھوں نے مسلم لیگ کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''میری خواہش ہے کہ صوبہ پنجاب' صوبہ سرحد' صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دی جائے۔ خواہ ہندوستان برطانوی سلطنت کے اندر رہ کر آزادی حاصل کرے یا باہر رہ کر' مجھے شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں یا کم از کم شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا مقدر نظر آتا ہے۔''

اقبالؒ کا یہ خواب 1947ء میں تخلیقِ پاکستان کی صورت میں پورا ہوا۔

وفات:

عمر کے آخری سالوں میں ان کی صحت کافی خراب رہنے لگی۔ 1935ء میں وہ علاج کے لیے ریاست بھوپال گئے' جس کی بنا پر انھوں نے سیاست میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔ بالآخر وہ 21 اپریل

1938ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

شاعری:

علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے آغاز میں غزل کی صنف کا انتخاب کیا:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

ان کی اہم تصانیف میں "بانگِ درا"، "بالِ جبریل"، "جاوید نامہ" اور "پیامِ مشرق" زیادہ مشہور ہیں۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اقبالؒ کا پیغام پاکستان کے خواب کی تعبیر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اقبالؒ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک سچے اور اچھے پاکستانی بنیں۔

خودی کا تصور:

اقبالؒ کی شاعری میں خودی کا تصور بہت اہم ہے۔ خودی سے مراد اپنی ذات کی پہچان ہے۔ خودی کی شرائط پوری کر کے نہ صرف اندھیروں میں گھری زندگی میں اُمید اور کامیابی کا سورج طلوع ہو سکتا ہے، بلکہ انسان اپنے مقام کو پہچان کر معرفتِ الٰہی کا نور حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے انسان کو اپنی خودی کا کبھی سودا نہیں کرنا چاہیے۔

(ii) محنت کی برکتیں

جواب: مفہوم و اہمیت:

محنت ہی سے انسان کو عزت و توقیر حاصل ہوتی ہے۔ محنت انسان کو بلند مقام پر فائز کرتی ہے۔ دنیا کی تمام چہل پہل اور گہما گہمی محنت کا نتیجہ ہے۔ محنت ہی کی بدولت انسان ترقی و کامرانی کی منزلوں کو چھو سکتا ہے۔

محنت کے بارے میں ارشادِ ربانی و رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم:

محنت کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک بہت ہی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محنت پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں انسان کو سعی اور تگ و دو کرنے کے لیے کہا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

''محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔''

شیوۂ پیغمبریؑ:

تاریخِ اسلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ اپنے کام خود کرتے تھے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔ حضرت ہود علیہ السلام تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی کاشت کاری کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عملی زندگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عملی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ وہ محنت کے عظیم پیکر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم تبلیغِ اسلام اور انسانی فلاح و بہبود کے دوسرے پاکیزہ مقاصد کے لیے شب و روز محنت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی کام بھی خود انجام دیتے تھے۔ مثال کے طور پر کپڑوں میں خود پیوند لگانا، جوتے مرمت کرنا، دودھ دوہنا وغیرہ سب کام خود فرماتے۔ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کا ہاتھ بٹایا۔ اسی طرح غزوۂ خندق کی کھدائی کے کام میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر کام کیا۔

محنت کی عظمت:

محنت کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا: تمھارے پاس کچھ ہے؟ اُس نے عرض کیا: ایک کمبل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اسے بیچ کر ایک رسی اور کلہاڑی لے آؤ۔ جب وہ لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جنگل سے لکڑیاں کاٹو، رسی میں باندھو اور جا کر بازار میں بیچ دو۔ پھر کچھ دنوں بعد میرے پاس آنا۔ کچھ دنوں بعد وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا اور کہنے لگا: حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مجھے اچھا راستہ دکھایا۔ بھیک مانگنے کی بجائے اب میرے پاس اپنی محنت کے سبب بہت سے روپے جمع ہو گئے ہیں۔ سچ ہے محنت میں عظمت اور برکت ہے۔

عظیم انسانوں کا شیوہ:

دنیا میں جتنے بھی عظیم لوگ گزرے ہیں، انھوں نے زندگی میں سخت محنت اور زبردست جدوجہد کی۔ ان عظیم انسانوں نے بے شمار سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں اور پھر کہیں جا کر اس قابل ہوئے کہ عظمت و عزت کے پرچم کو چھوئیں۔ دنیا میں جتنی ایجادات ہوئی ہیں یہ سب محنتِ شاقہ اور زبردست جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔

قیامِ پاکستان......محنت کی مثال:

قیامِ پاکستان محنت کی ایک شاندار مثال ہے۔ قائدِ اعظمؒ اور مسلم لیگ کے دوسرے رہنماؤں نے دن رات محنت کی اور دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ایک قوم کہنے والے ہندو اور انگریز دو قومی نظریہ مان گئے۔ علامہ اقبالؒ کا نظریہ اور قائدِ اعظمؒ کی محنت اور تدبیر سے ایک ملک پاکستان کی شکل میں دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا۔

شرفِ آدمیت:

جو لوگ محنت سے جی چراتے اور چھوٹے چھوٹے کام خود انجام دینا عار سمجھتے ہیں وہ کم ظرف ہونے کے ساتھ ساتھ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو وہ دوسروں سے کام لے کر اس خوش فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم بڑے لوگ ہیں۔ حالانکہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنے طرزِ عمل سے کسی کے لیے پریشانی اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔

مسلمان قوم جب بے عملی اور سستی کا شکار ہوئی، مغلوب ہو گئی:

برصغیر میں مسلمانوں نے ایک ہزار سال حکومت کی، لیکن جب اس میں محنت کی عادت ختم ہوئی اور کاہلی اور سستی کا شکار ہوئی تو پھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی۔ پھر ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

محنت کا شیریں پھل:

اللہ تعالیٰ کسی کی محنت رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ارشادِ ربانی ہے: ''انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔'' جو کوئی محنت کرتا ہے اسے اس کا پھل ضرور ملتا ہے۔

تخلیقِ آدم سے لے کر اب تک انسان نے ارتقا کی جو منزلیں طے کی ہیں وہ سب محنت ہی کا ثمر ہیں۔ اس کی سخت کوشش اور عرق ریزی نے صحراؤں کو سبزہ زاروں اور خوبصورت شہروں میں تبدیل کر کے اللہ کی زمین کو جنت کا نمونہ بنا دیا۔

الغرض! دنیا اپنی تاریخ میں کوئی ایسا معجزہ نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص علم کے میدان میں محنت کے بغیر آگے بڑھ سکے۔ آج انسانی ترقی کے جو مظاہر سامنے آئے ہیں وہ انسان کی صدیوں کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہیں۔

(iii) مدرسے کا کتب خانہ

ایک مدرسے میں ایک معیاری کتب خانے کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر تدریس کا نظام نامکمل رہتا ہے۔ کتب خانہ اساتذہ اور طلبہ دونوں کے لیے ناگزیر اور اہم ہے۔ اساتذہ نئی نئی تحقیقات سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں جبکہ طلبہ بھی نصابی و غیر نصابی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

کتب خانہ کے بغیر مدرسہ یا سکول ایسے لگتا ہے جیسے نخلستان چشمے کے بغیر یا ایک گھر پانی کے بغیر۔ تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کتب بینی اور مطالعہ کا رواج قائم رکھا۔ اسلام کے ادوار میں مسلمان امراء میں کتب خانوں کا باہم مقابلہ ہوتا تھا۔ جس شخص کے پاس جتنا بڑا کتب خانہ ہوتا تھا وہ اتنا ہی زیادہ معزز اور باوقار سمجھا جاتا تھا۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید نے باقاعدہ "باب الحکمت" کا الگ شعبہ قائم کر رکھا تھا، جس میں اس شخص کو کتاب کے برابر سونا عنایت کیا جاتا تھا جو یونانی زبان کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔

کتابوں کے انتخاب کے بارے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ آیا یہ کتاب ایک کتب خانہ کے لیے معیاری ہے یا نہیں۔ جس طرح ہم اپنے دوستوں کا انتخاب بڑے غور و فکر سے کرتے ہیں اسی طرح کتب کا انتخاب بھی احتیاط اور غور و فکر سے کیا جاتا ہے۔ ایک اچھی کتاب دل و دماغ اور عادات و اطوار پر اچھا اثر ڈالتی ہے جبکہ مخرب اخلاق اور بے ہودہ کتاب برائی کی طرف مائل کرتی ہے۔

آج کے دور میں کتب خانہ یعنی لائبریری کا شعبہ باقاعدہ ایک سائنس اور فن کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کے بہت عمدہ قواعد و ضوابط مرتب کیے گئے ہیں۔ کتب خانے کے ناظم کو اس طرح تربیت دی جاتی ہے کہ مختلف موضوعات کی کتابوں کو شعبہ وار تقسیم کر دیتا ہے۔ اس طرح مطلوبہ کتب تلاش کرنے

میں آسانی رہتی ہے۔

کتب خانے میں نہ صرف وہاں بیٹھ کر مطالعہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ اساتذہ اور طلبہ کتب خانے سے کتاب مستعار بھی لے سکتے ہیں اور اس کتاب کا گھر جا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کتب خانے میں باقاعدہ رجسٹر ہوتا ہے۔ جب کسی بھی طالب علم کو کتاب کی ضرورت ہوتی ہے تو کتب خانے کا ناظم، جسے لائبریرین بھی کہتے ہیں، مطلوبہ کتاب، اس کا نمبر اور طالب علم کا نام مع جماعت وغیرہ لکھ کر اس کے دستخط مذکورہ رجسٹر میں کروالیتا ہے اور کتاب اس کے نام جاری کر دیتا ہے۔ اس کتاب کی واپسی کا ایک مقررہ وقت ہوتا ہے۔ جو مقررہ وقت تک کتاب واپس نہیں کرتا اسے کتب خانے کے اصول کے مطابق جرمانہ کیا جاتا ہے۔

سلیبس میں امداد کے لیے ضروری کتب جو بازار میں ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتیں اور جنرل کتب کے علاوہ کتب خانے میں اخبارات و رسائل اور جرائد بھی رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اساتذہ و طلبہ تازہ ترین معلومات حاصل کر سکیں۔

طلبہ کو چاہیے کہ وہ جو کتب مستعار لیں ان کا بغور اور صحیح طور پر مطالعہ کریں۔ صرف کتب کا اجرا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ ذوق شوق سے مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ تاکہ مکمل معلومات حاصل ہوں اور مشکلات دور کر سکیں۔

سوال 7: درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور آخر میں دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیجیے: **(10)**

ملکہ کی دلدوز اور ولولہ انگیز تقریر سے امیروں وزیروں کی رگِ حمیت بیدار ہو گئی اور سب نے تہیہ کر لیا کہ وطن کی حفاظت میں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نثار کر دیں گے۔ شاہی فوج کی آمد کی خبریں برابر احمد نگر پہنچ رہی تھیں۔ چاند بی بی نے فوج کی ترتیب و تنظیم کا سارا اہتمام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سارے انتظام مکمل کر کے دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ بالآخر شاہی فوج آئی، احمد نگر پر حملہ کیا، لیکن احمد نگر والوں نے شاہی فوج کا مقابلہ اتنی ہمت اور دلیری سے کیا کہ اس کے دانت کھٹے ہو گئے۔

سوالات:

(i) ملکہ کی تقریر نے کیا اثر پیدا کیا؟

جواب: ملکہ کی تقریر سے امیروں، وزیروں میں جوشِ غیرت پیدا ہو گیا اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ اپنے وطن کی حفاظت کے لیے جان تک قربان کر دیں گے۔

(ii) چاند بی بی نے احمد نگر بچانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کیں؟

جواب: چاند بی بی نے فوج کی ترتیب و تنظیم کا سارا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا اور سارے انتظامات مکمل کر کے دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

(iii) شاہی فوج کے حملے کا کیا انجام ہوا؟

جواب: احمد نگر والوں نے شاہی فوج کے حملے کا جواب اتنی ہمت اور دلیری سے دیا کہ اس کے دانت کھٹے ہو گئے۔

(iv) رگِ حمیت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: رگِ حمیت کا مطلب ہے "غیرت کا جوش"۔

(v) احمد نگر کی ملکہ کا نام کیا ہے؟

جواب: احمد نگر کی ملکہ کا نام "چاند بی بی" ہے۔